دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: Lar 6765 | تاریخ: 09-08-2017

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مسجد میں بلند آواز سے تلاوت اور شجرے کے اوراد پڑھنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسجد میں شجرہ شریف یا سورہ ملک بلند آواز سے پڑھنا کیسا؟ جبکہ بعض نمازی ابھی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں؟ اور بعض لوگ ابھی نماز پڑھنے کے لئے آرہے ہوتے ہیں، اس میں پڑھنے والے کے لئے کیا حکم ہے اور نمازیوں کے لئے کیا حکم ہے کہ قرآن سنیں یا نماز پڑھیں؟

سائل: جمیل احمد عطاری (لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مل کر شجرہ شریف پڑھنا اچھا عمل ہے، اسی طرح مسجد میں ایک کا بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور باقی لوگوں کا اسے سننا بھی ثواب کا کام ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام سے مسجد میں بلند آواز سے تلاوت کرنا اور سننا ثابت ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ: ”قال: قال لي النبي صلى الله عليه وسلم: «اقرأ علي» قلت: أقرأ عليک وعليک أنزل، قال: «إني أحب أن أسمعه من غيري»“ یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قرآن سناؤ تو میں نے عرض کیا میں آپ کو سناؤں حالانکہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے، فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے غیر سے قرآن سنوں۔

(الصحیح البخاری، ج6، ص197، دار طوق النجا)

اس حدیث پاک کے تحت عمدۃ القاری میں ہے: ” أن ذلک كان وهو صلى الله عليه وسلم في بني ظفر أخرجه ابن أبي حاتم والطبراني وغيرهما من طريق يونس بن محمد بن فضالة عن أبيه: أن النبي صلى الله عليه وسلم أتاهم في بني ظفر ومعه ابن مسعود وناس من أصحابه، فأمر قارئا فقرأ“ یعنی یہ واقعہ اس وقت ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی ظفر میں تھے ابن ابی حاتم اور طبرانی وغیرہما نے یونس بن محمد بن فضالہ سے، انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا، کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بنی ظفر میں ان کے پاس تشریف لائے آپ کے ساتھ عبد اللہ بن مسعود اور کچھ صحابہ رضی اللہ تعالی عنھم بھی تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاری کو (بلند آواز سے) پڑھنے کا حکم دیا تو اس نے پڑھا۔

(عمدۃ القاری، ج20، ص60، دار إحياء التراث العربي)

دارمی، ابن ماجہ، طبقات ابن سعد، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند احمد میں ہے (والنظم للآخر) :”عن أبي هريرة، قال: دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم المسجد فسمع قراءة رجل، فقال: "من هذا؟" قيل: عبد الله بن قيس، فقال: "لقد أوتي هذا من مزامير آل داود“یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص کی قراءت سنی تو فرمایا: یہ کون ہے؟ تو عرض کی گئی یہ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، پھر فرمایا: بے شک اسے لحن داؤدی دیا گیا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل ج15، ص500، مؤسسة الرسالة)

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح میں احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی (المتوفی 1231ھ) فرماتے ہیں ”وقد كان صلى الله عليه وسلم إذا سلم من صلاته قال بصوته إلا على لا إله إلا الله وحده لا شريك له وتقدم وقد كان صلى الله عليه وسلم يأمر من يقرأ القرآن في المسجد أن يسمع قراءته وكان ابن عمر يأمر من يقرأ عليه وعلى أصحابه وهم يستمعون ولأنه أكثر عملا وأبلغ في التدبر ونفعه متعد لإيقاظ قلوب الغافلين وجمع بين الأحاديث الواردة بأن ذلک يختلف بحسب الأشخاص والأحوال فمتى خاف الرياء أو تأذى به أحد كان الإسرار أفضل ومتى فقد ما ذكر كان الجهر أفضل قال في الفتاوى لا يمنع من الجهر بالذكر في المساجد“یعنی: رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو بلند آواز سے لا إله إلا الله وحده لا شريک له پڑھتے تھے اور گزرا، کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تلاوت کرنے والے کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنی قراءت سنائے اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ بھی قرآن سنانے والے کو حکم دیتے تھے (کہ بلند آواز سے پڑھے) اور وہ اس کی تلاوت سن رہے ہوتے تھے اور (بلند آواز سے پڑھنا اس لئے بھی افضل ہے) کیونکہ یہ عمل میں زیادہ، غور تفکر میں ابلغ اور اس کا نفع غافل دلوں کو جگانے کے لئے متعدی ہے اس بارے میں مروی احادیث کے درمیان تطبیق یوں ہے کہ اشخاص واحوال کے اعتبار سے حکم مختلف ہو گا پس جب ریاکاری کا خوف ہو یا بلند آواز سے کسی کو تکلیف ہو تو آہستہ آواز سے پڑھنا افضل ہے اور جب مذکور قباحتیں نہ ہوں تو بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے فتاوی میں فرمایا کہ مساجد میں بلند آواز سے ذکر کرنے سے منع نہ کیا جائے۔

(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ318، دار الکتب العلمیة، بیروت)

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ آواز بلند کرنے سے خود کو یا کسی اور کو اذیت نہ ہو، اگر آواز اتنی بلند کی کہ خود کو تکلیف ہو یا کسی کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہو، تو اتنی بلند آواز سے پڑھنا ناجائز ہے، اسی طرح جب بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے، اس وقت کوئی نماز میں مشغول نہیں تھا بعد میں کوئی شخص آیا تو حکم ہے، کہ آواز اتنی آہستہ کر دیں کہ اس کی نماز میں خلل واقع نہ ہو اور اس کے لئے بھی بہتر یہ ہے کہ پہلے تلاوت سن لے پھر نماز میں مشغول ہو ورنہ وہاں سے اتنی دور ہو کر نماز پڑھے کہ اسے آواز کی وجہ سے پریشانی نہ ہو اسی طرح جو شخص نماز کے بعد سنتیں پڑھ چکا ابھی نوافل پڑھنے ہیں تو اس کے لئے نوافل میں مشغول ہونے سے افضل تلاوتِ قرآن سننا ہے، تو اس کو چاہیے کہ قرآن مجید کی تلاوت پہلے سن لے ورنہ دور ہو کر نماز پڑھے، تاکہ آواز کی وجہ سے پریشانی نہ ہو اور تلاوت کرنے والے کو بھی چاہیے کہ آواز اپنی اتنی رکھے جو صرف حاضرین تک پہنچے۔

مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: ”أن رسول صلى الله عليه وسلم نهى أن يرفع الرجل صوته بالقراءة قبل العشاء وبعدها فيغلط أصحابه وهم يصلون“کہ رسول اللہ ﷺ نے منع کیا اس سے کہ کوئی شخص عشاء سے پہلے اور بعد بلند آواز سے تلاوت کرے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو مغالطے میں ڈال دے گا حالانکہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج2، ص190، مؤسسة الرسالة)

امام اہلِ سنت شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: ”قرآن عظیم کی تلاوت آواز سے کرنا بہتر ہے مگر نہ اتنی آواز سے کہ اپنے آپ کو تکلیف یا کسی نمازی یا ذاکر کے کام میں خلل ہو یا کسی جائز نیند سونے والے کی نیند میں خلل آئے یا کسی بیمار کو تکلیف پہنچے یا بازار یا سرِ راہ یا عام سڑک ہو یا لوگ اپنے کام کاج میں مشغول ہیں اور کوئی سننے کے لئے حاضر نہ رہے گا، ان صورتوں میں آہستہ ہی پڑھنے کا حکم ہے“۔

(فتاوی رضویہ، ج3، ص382، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید فتاوی رضویہ میں سوال ہوا: ” اگر کوئی مسجد میں باآواز بلند درود و وظائف، خواہ تلاوت کررہا ہو اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے، لوگ بھول جاتے ہیں، خیال بہک جاتا ہے، ایسے موقع پر ذکر بالجہر تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا، اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے؟ تو جواباً امام اہلِ سنت شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فرمایا: بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدسِ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں ہے: ”من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان“ جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دے بند کردے، اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا جانے، اور یہ سب میں کمتر درجہ ایمان کا ہے۔

اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کے لئے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوہرا وبال ہے، ایک تو وہی خلل اندازیِ نماز وغیرہ کہ ذکر جہر میں تھا، دوسرے قرآن عظیم کو بے حرمتی کے لئے پیش کرنا“۔

(فتاوی رضویہ، ج8، ص99، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں: "جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باآواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے، مسجد میں جب اکیلا تھا اور باآواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کے لئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے“۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد8، صفحہ100، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں غنیۃ سے منقول ہے: ”قرآن مجید سُننا، تلاوت کرنے اور نفل پڑھنے سے افضل ہے“۔

(بہار شریعت، ج1، حصہ3، ص552، مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

**کتبـــــــــــــہ**

**محمد ہاشم خان العطاری المدنی**

16ذو القعدۃ الحرام 1438ھ/09 آگست 2017ء

خوفِ خدا و عشقِ مصطفٰے کے حصول کیلئے ہر ہفتے کو عشا کی نماز کے بعد امیر اہلِ سنّت کا مَدَنی مذاکرہ دیکھنے سننے اور ہر جُمعرات مغرب کی نماز کے بعد عاشقانِ رسول کی مَدَنی تحریک، دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں بہ نیتِ ثواب ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجاء ہے